OPEN ACCESS
Hazara Islamicus
ISSN (Online): 2410-8065
ISSN (Print): 2305-3283
www.hazaraislamicus.com

Hazara Islamicus, Vol.:12, Issue: 01, Jan-June 2023
PP: 01-12

مفتوحہ جاگیروں پر ریاستی اختیار کا تحقیقی جائزہ: قرآن وسنت کی روشنی میں

A research review of state authority over conquered estates: in the Light of Qur ān & Sunn āh

Hafiz Aftab Ahmad
PhD scholar Islamic Studies Bahauddin Zakariya university Multan.

Dr. Razia Shabana
Associate Professor, Department Islamic Studies .Bahauddin Zakaria University Multan

Abstract

In Islamic tradition, the ownership and distribution of conquered land are based on the principles of justice, fairness, and the common good. Islam recognizes the right of individuals to prevent exploitation and ensure that the benefits of land ownership are shared by the wider society. One of the key principles of Islamic land ownership is that land is ultimately owned by Allah (God) and is held in trust by human beings as stewards or trustees. This means that individuals have a responsibility to use the land in a responsible and ethical manner, and to ensure that it benefits not only themselves but also their fellow human beings and the environment. In terms of land distribution, Islamic teachings emphasize the importance of ensuring that everyone has access to the basic necessities of life, including food, shelter, and water. This means that land should be distributed in a way that promotes the common good and ensures that everyone has a fair opportunity to benefit from its resources. Overall, Islamic teachings promote a balanced and responsible approach to land ownership and distribution that emphasizes justice, fairness and the common good. Regarding the conquest of lands, Islamic tradition recognizes the right of a legitimate Muslim ruler to defend and expand the territory under his rule through just means. Islam also emphasizes the importance of respecting the rights of non-Muslims living under Muslim rule, which includes protecting their property and lives. Additionally, Islamic teachings emphasize the importance of justice and fairness in dealing with others, regardless of their

religion or ethnicity. Therefore, any conquest or expansion of territory must be done in a just and fair manner, with respect for the rights of all people affected by the conquest. It's important to note that Islamic teachings regarding the conquest of lands are nuanced and complex and interpretations may vary among different scholars and schools of thought. However, the basic principles of justice, fairness, and respect for the rights of others are central to Islamic teaching regarding the acquisition and control of territories.

Key Words *Conquered land, land distribution, land acquisition, Justice, Fairness, Basic economic resources.*

اسلامی تعلیمات کے مطابق ریاست لوگوں میں وسائل اور دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنانے کا ذمہ دار ہے۔ دولت اور وسائل دولت کی منصفانہ تقسیم کے لیے قرآن وسنت نے اسلامی ریاست کے لیے راہنما اصول وضع کیے ہیں۔ اسلامی معاشیات کے اہم اور کلیدی اصولوں میں سے سماجی اور معاشی انصاف کا واضح تصور موجود ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دولت کو اس طریقے سے تقسیم کیا جانا چاہیے جو معاشرے کے تمام افراد کے لیے منصفانہ ہو، چاہے ان کی سماجی یا معاشی حیثیت کچھ بھی ہو۔ اسلامی تعلیمات معاشرے کے غریب طبقہ کی معاشی دیکھ بھال کی اہمیت پر نہ صرف زور دیتا ہے بلکہ امیر اور غنی لوگوں میں مال ودولت کے ارتکاز کی ممانعت کا ذکر قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُم[1]

ترجمہ: (مال) تاکہ جو لوگ تم میں دولت مند ہیں انہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے۔

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بستیوں کے لوگوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے جو وسائل اور دولت حضرت محمد ﷺ کو بحیثیت سربراہ اسلامی ریاست عنایت کی تھیں وہ صرف ان کے اپنے استعمال یا اپنے اہل وعیال کے فائدے کے لیے نہیں تھیں بلکہ اس میں وسیع طور پر وہ تمام لوگ شامل تھے جو یتیم، محتاج، اور مسافر تھے۔ اس کے علاوہ یہ آیت کریمہ معاشرے کے امیر اور مالی طور پر طاقتور لوگوں میں وسائل اور مال ودولت کی دائمی تقسیم سے بچنے کی اہمیت کو بھی اجاگر کرتی ہے۔ اس سے ریاست کے سربراہ کے لیے دولت کے منصفانہ تقسیم کی طرف اشارہ ملتا ہے، بجائے اس کے کہ مالی طور پر طاقتور افراد کے ایک چھوٹے سے گروہ کو مال دولت اور اس کے وسائل پر کنڑول اور اجارہ داری کے لیے کھلی چھوٹ دی جائے۔ مجموعی طور پر یہ آیت کریمہ کسی بھی اسلامی معاشرے یا اسلامی ریاست میں وسائل رزق اور مال ودولت کی تقسیم میں عدل وانصاف کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ اسی آیت کریمہ میں معاشی عدل وانصاف کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت اور راہنمائی پر عمل کرنے کی اہمیت اور ضرورت کو واضح کیا گیا ہے۔

قرآن کریم کے مطابق مال فئے پر ریاستی اختیار

مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کو یہودیوں سے سب سے پہلے جو "مال فئے" ملا تھا وہ غزوہ بنو نضیر کے نتیجے میں حاصل ہوا تھا۔ سورۃ الحشر کی آیات مبارکہ (چھ سے لے کر دس تک) میں غیر مسلموں سے حاصل کی جانے والی جائیداد اور اراضی کا طریقہ بندوبست بیان کیا گیا جو جنگ یا صلح کے ذریعے سے اسلامی ریاست کو حاصل ہو جائیں۔ کیونکہ کسی مفتوحہ علاقہ سے اراضی کا

مسلمانوں کے زیر نگیں آنے کا یہ سب سے پہلا موقع تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جنگ یا صلح کے نتیجے میں حاصل ہونے والی جائیداد کے بارے میں قانون قرآن کریم میں اجمالاً بیان کر دیا۔ غزوہ بنو نضیر کے بارے میں تو قرآن کریم نے خود بتا دیا کہ یہ بغیر جنگ کے فتح ہوئی لیکن چند دنوں کے لیے آپ ﷺ نے لشکر اسلام کے ذریعے سے ان کا محاصرہ کیا۔ آخر کار وہ جنگ لڑے بغیر اس بات پر راضی ہو گئے تھے کہ ہتھیاروں کے علاوہ وہ اپنا جتنا مال اپنے سواریوں پر لاد کر لے جا سکتے تھے، انہیں اجازت دی گئی تھی۔ سیرت ابن ہشام میں اس منظر کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

فَاحْتَمَلُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ مَا اسْتَقَلَّتْ بِهِ الْإِبِلُ، فَكَانَ الرَّجُلُ مِنْهُمْ يَهْدِمُ بَيْتَهُ عَنْ نِجَافِ بَابِهِ، فَيَضَعُهُ عَلَى ظَهْرِ بَعِيرِهِ فَيَنْطَلِقُ بِهِ. فَخَرَجُوا إِلَى خَيْبَرَ، وَمِنْهُمْ مَنْ سَارَ إِلَى الشَّامِ.[2]

ترجمہ: پس اپنا کل مال واسباب اونٹوں پر لاد کر لے گئے۔ یہاں تک کہ اپنے مکانوں کے کواڑ اور چوکھٹ بھی لے گئے، اور مکانوں کو اپنے ہاتھوں سے توڑ پھوڑ گئے۔ اور بعض لوگ خیبر کی طرف نکل گئے اور بعض شام چلے گئے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو نضیر کے مدینہ منورہ سے ملک بدر کی صورت میں اسلامی ریاست کو "مال فئے" کی صورت میں زیادہ تر ان کی جاگیریں یعنی زمینیں اور باغات ملے تھے کیونکہ باقی سب کچھ ہتھیاروں کے علاوہ اپنے ساتھ لے گے تھے۔ سورۃ الحشر کے آغاز سے ہی ان زمینوں کی تقسیم اور بندوبست کے قواعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بحیثیت سربراہ اسلامی ریاست کے بیان کر دیے۔ قرآن کریم میں ریاستی قواعد وضوابط بتانے کی یہی حکمت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نہ صرف ایک روحانی اور مذہبی پیشوا ہیں بلکہ آپ ﷺ تمام مسلم امہ کے سربراہان ریاست کے لیے بھی ایک مثالی نمونہ ہیں اس لیے آپ ﷺ کی سنت کی پیروی تمام اسلامی ریاست کے سربراہان کے لیے لازم ہے۔ اس لیے اس سورۃ مبارکہ میں آپ ﷺ کے لیے بحیثیت سربراہ ریاست مفتوحہ جاگیروں کے نظم ونسق اور ان کی منصفانہ تقسیم کے لیے جو بھی احکام اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں ان پر من وعن عمل کرنا تمام سربراہان ریاست کے لیے لازم ہے۔

اب چونکہ یہ بات قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے خود بیان کی ہے کہ بنو نضیر کی فتح جنگ کے نتیجے میں نہیں ہوئی تھی اس لیے یہاں پر مال غنیمت اور مال فئے کے درمیان فرق کے ساتھ ساتھ مال فئے کو استعمال کرنے کی ذمہ داری کے بارے میں بھی واضح احکام عنایت فرمائے ہیں۔

وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ[3]

ترجمہ: اور جو (مال) اللہ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو ان لوگوں سے دلوایا ہے اس میں تمہارا کچھ حق نہیں کیونکہ اس کے لیے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے پیغمبروں کو جن پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس آیت کریمہ میں بنو نضیر کی ان املاک اور اراضی کا ذکر ہو رہا ہے جو محض اللہ تعالیٰ کے کرم سے مسلمانوں کے قبضہ میں آئے اور جو اراضی اور جائیداد بغیر جنگ کے اسلامی ریاست کو مل جائے اس کے احکام بھی اس آیت کریمہ میں بیان فرمائے ہیں اور ان کی حیثیت کو مال غنیمت سے الگ کر دیا ہے۔ مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ، اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو مال ودولت

جنگ کیے بغیر محض اللہ تعالیٰ کی فضل وکرم سے فتح ہو، اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والی املاک اور جائیداد کا حکم مال غنیمت سے الگ ہے۔ مال غنیمت کا خمس نکال کر بقیہ مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے جبکہ "مال فئے" کی نوعیت اس لیے الگ ہے کیونکہ یہ کسی فوجی مہم جوئی کے نتیجے میں براہ راست لڑ کر فتح نہیں ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اپنے رسول ﷺ اور اس امت مسلمہ کی مجموعی طاقت کے نتیجے سے حاصل ہوئی ہے۔ جبکہ بعض فقہاء کرام مال فئے اور مال غنیمت میں مال منقولہ اور مال غیر منقولہ کی مناسبت سے بھی فرق بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض کی رائے یہ ہے کہ جو بھی مال منقولہ جنگ کے دوران حاصل ہو جائے وہ مال غنیمت کے ضمرے میں آتے ہیں جبکہ بقیہ چیزیں مثلاً دشمن کے گھر، مکانات، اور اراضی وغیرہ کی صورت میں حاصل ہونے والی تمام مال منقولہ اور مال غیر منقولہ جو جنگ کے بعد حاصل ہو جائے ان کا شمار "مال فئے" میں ہوتا ہے۔ اس کا ماخذ وہ خط ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتح شام کے بعد حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ میں لکھا تھا کہ:

فَانْظُرْ مَا أَجْلَبُوا بِهِ عَلَيْكَ فِي الْعَسْكَرِ، مِنْ كُرَاعٍ أَوْ مَالٍ: فَاقْسِمْهُ بَيْنَ مَنْ حَضَرَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَ اتْرُكِ الْأَرَضِينَ وَالْأَنْهَارَ لِعُمَّالِهَا؛ لِيَكُونَ ذَلِكَ فِي أَعْطِيَاتِ الْمُسْلِمِينَ[4]

ترجمہ: یہ جو مال و متاع فوج کے لوگ تمہارے لشکر میں سمیٹ لائے ہیں اس کو ان مسلمانوں میں تقسیم کر دو جو جنگ میں شریک تھے اور زمینیں اور نہریں ان لوگوں کے پاس چھوڑ دو جو ان پر کام کرتے ہیں تاکہ ان کی آمدنی مسلمانوں کی تنخواہوں کے کام آئے۔

سورۃ الحشر کی آیت چھ میں مال غنیمت اور مال فئے کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے یہ حکمت بھی بیان کی گئی کہ مال فئے کو مال غنیمت کی طرح تقسیم نہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟ اور کس طرح مال فئے اور مال غنیمت کے شرعی احکام ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اس سے اگلی آیت مبارکہ میں "مال فئے" کے مصارف کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ بحیثیت سربراہ اسلامی ریاست آپ ﷺ ان اموال کو کس طرح سے تقسیم کر سکتے ہیں؟

مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَ ابْنِ السَّبِيلِ[5]

ترجمہ: جو مال اللہ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو دیہات والوں سے دلوایا ہے وہ اللہ کے اور پیغمبر ﷺ کے اور (پیغمبر ﷺ کے) قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور حاجت مندوں کے اور مسافروں کے لیے ہے۔

مال فئے کا یہ حصہ رسول اللہ ﷺ کے ازواج مطہرات کی ضروریات کو پوری کرنے کے بعد مسلمانوں کے بیت المال کا حصہ بن گیا تاکہ اس مشن کی تکمیل ہو جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے سپرد کیا تھا۔ بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ مال فئے میں سے جو حصہ رسول اللہ ﷺ کے لیے مخصوص تھا وہ ان کے منصب امامت کی وجہ سے تھا نہ کہ منصب رسالت کی وجہ سے تھا، اس لیے آپ ﷺ کے بعد یہ حصہ آپ ﷺ کے خلفاء کی طرف منتقل ہوا۔ بہر حال مال فئے کے اس حصے کے بارے میں فقہاء کے ہاں اختلاف ہے، اس اختلاف کا تجزیہ اگلی فصل میں کیا جائے گا۔

قرآن کریم میں مال فئے کے دوسرے مصارف کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کے لیے خاص ہے تاکہ آپ ﷺ بنی ہاشم اور بنی مطلب میں سے اپنے رشتہ داروں کے حقوق ادا کر سکیں اور ان رشتہ داروں

کی مالی معاونت بھی کر سکیں جو محتاج اور ضرورت مند ہیں۔ مال فئے میں سے آپ ﷺ کے رشتہ داروں کا حصہ یتیموں، مساکین اور مسافروں سے قبل اس لیے بیان کی گئی ہے کیونکہ انہیں زکوۃ ادا نہیں کی جاسکتی اس لیے دیگر ضرورت مند لوگوں سے ان کے حصے کو فائق سمجھ کر پہلے بیان کیا گیا۔ عہد رسالت مآب ﷺ کے بعد یہ ایک الگ اور مستقل حصے کی حیثیت سے باقی نہ رہا اور خلفائے راشدین کے دور میں پہلے دو حصوں کو ساقط کر کے بیت المال کی رقم بقیہ تین مصارف میں خرچ ہوتی رہی۔ ان تینوں مصارف کے بارے میں فقہاء میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

آگے چل کر اسی آیت مبارکہ کے اگلے حصے میں "كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ" کے ذریعے سے اسلامی ریاست کے بنیادی معاشی پالیسی کا ایک اہم قاعدہ بیان کیا تاکہ کسی بھی اسلامی معاشرے میں دولت کی گردش معاشرے کے ہر فرد کے لیے عام ہو۔ ایسا نہ ہو کہ مال و دولت صرف امیروں تک محدود رہے اور معاشرے میں امیر ہر آئے دن امیر تر ہوتے جائیں اور غریبوں کو وسائل رزق میسر نہ ہوں۔ سود کی حرمت، زکوۃ کا وجوب، صدقات نافلہ کی تلقین اور مال غنیمت میں سے خمس نکالنے کی حکمت دراصل یہی ہے کہ رزق کے بہاؤ کو اسلامی معاشرے کے غریب اور ضرورت مند طبقہ کی طرف پھیر دیا جائے۔ اسی آیت مبارکہ کے اگلے حصے میں مال فئے کی تقسیم کے بارے میں آپ ﷺ کی پیروی کا حکم دیا ہے کہ جو بھی چیز تمہیں دیں اسے قبول کریں اور جس سے منع فرمائیں اس سے دور رہیں۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا[6]

ترجمہ: سو جو چیز تم کو پیغمبر ﷺ دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو۔

یہ آیت کریمہ چونکہ مال فئے کے مصارف والی آیت مبارکہ کا حصہ ہے اس لیے اس میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو مال فئے کی تقسیم کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی ہدایات پر عمل کرنے اور اس ضمن میں آپ ﷺ کی منع کردہ چیزوں سے پرہیز کرنے کے احکامات بیان کیے ہیں۔ اس کی یہی حکمت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کردہ راہ راست پر تھے اور ان کے بیان کیے گیے احکامات اور ممنوعات کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشا کے مطابق ہے۔ اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے بنو نضیر سے حاصل ہونے والے مال فئے کے معاملے کے سلسلہ تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ مال فئے کے بارے میں آپ ﷺ کا فیصلے کو من وعن تسلیم کرتے ہوئے آپ ﷺ جس کسی کو مال فئے میں سے عنائت فرمائیں وہ اسے لے لیں اور جس کو نہ دیں وہ اسے اس فیصلے کے بارے میں کسی قسم کے مطالبے کا حق نہیں ہے۔ حدیث مبارکہ میں بھی آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کے سلسلے میں آپ ﷺ کا ارشاد مبارکہ ہے کہ:

فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ»[7]

ترجمہ: پس اگر میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو اس میں سے جتنا ہو سکے کرو اور اگر میں تمہیں کسی کام سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو۔

قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد اس بات کی دلیل ہے کہ ہر معاملے میں آپ ﷺ کے بتائے گئے احکامات کی پیروی کریں، یہی وجہ ہے کہ آیت بالا میں "جو کچھ تمہیں رسول اللہ ﷺ دیں، کے مقابلے میں جو کچھ نہ دیں کے الفاظ نہیں آئے بلکہ حکم کو ہر معاملے میں عام کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے "جو کچھ دیں، کے مقابلے میں "جس چیز سے روکیں" کے الفاظ استعمال کیے ہیں تاکہ صرف مال فئے کی تقسیم کے لیے یہ حکم محدود نہ ہو بلکہ ہر معاملے میں آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کو لازم قرار دیا

جائے۔اس لیے بحیثیت سربراہ اسلامی ریاست، آپ ﷺ کے بعد اسلامی ریاست کے تمام خلفاء کے لیے یہ بات لازم قرار دی گئی کہ جو بھی ریاستی معاملہ درپیش ہو اس کو حل کرنے کے لیے قرآن کریم اور سنت مبارکہ پر عمل کیا جائے۔ ریاستی معاملات کے سلسلے میں معیشت کسی بھی اسلامی ریاست کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہے، اس لیے مال فئے کے مصارف کے سلسلے کو برقرار رکھتے ہوئے اگلی آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اس میں سے ان مہاجرین کے لیے بھی حصہ مقرر کیا ہے جو دارالحرب سے ہجرت کرکے دارالاسلام میں پناہ لینے پر مجبور ہوجائیں۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ [8]

> ترجمہ: اور ان مفلسان تارک الوطن کے لیے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج (اور جدا) کردیے گئے ہیں (اور) اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلبگار اور اللہ اور اس کے پیغمبر ﷺ کے مددگار ہیں۔ یہی سچے (ایماندار) ہیں۔

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ میں ان مہاجرین کی بات کی جارہی ہے جو اس وقت مکہ مکرمہ اور دیگر علاقوں سے صرف اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اپنے آبائی علاقوں سے نکال دیے گئے تھے۔ مدینہ منورہ میں بنو نضیر کے فتح سے قبل ان کے ذرائع معاش کا مکمل بندوبست نہیں تھا۔ اس لیے اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ مال فئے کی صورت میں جو مال ودولت اب اسلامی ریاست کو مل چکی ہے اس میں سے مساکین، یتیموں اور مسافروں کے ساتھ ساتھ اس طرح کے بے سہارا مہاجرین کا بھی حق ہے جو محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور دین اسلام کی خاطر ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر سے حاصل ہونے والے مال فئے میں سے مہاجرین کو حصہ عنایت فرمایا اور انصار کے ان نخلستانوں کو واپس کروادیا جو اس وقت ان کی مدد کے لیے انہیں دیے گئے تھے جب وہ بے سروسامانی کی حالت میں ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچے تھے۔

سورۃالحشر کی اس آیت مبارکہ میں ان انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف اشارہ ہے جو مہاجرین کی ہجرت سے قبل مدینہ منورہ میں آباد ہوچکے تھے اور یہ کہ اس مال فئے میں سے انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی حصہ ہے۔ اس کے علاوہ اس میں انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبہ ایثار کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ جب مکہ مکرمہ اور عرب کے دوسرے علاقوں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچے تھے تو انصار صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کے سامنے یہ پیش کش کی تھی کہ آپ ﷺ ان کے نخلستانوں کو مہاجرین کے درمیان تقسیم کردیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو ایسے علاقوں کے رہنے والے ہیں جہاں کوئی باغ اور کھیتی باڑی نہیں ہوتی تھی اس لیے ان کا کوئی تجربہ نہیں ہے، اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ آپ ہی اپنے نخلستانوں پر کام کریں اور پیداوار میں سے ان کو حصہ دیں، اس پر انصار صحابہؓ نے بیک زبان فرمایا کہ: "**سمعنا واطعنا**"۔[9]

قرآن کریم اور حدیث مبارکہ میں یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مدینہ منورہ کے انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ صرف مہاجرین کے لیے مہمان نوازی کا جذبہ رکھتے تھے بلکہ ان سے اپنے حقیقی بہن بھائیوں کی طرح محبت کرتے تھے اور نہ ہی کسی لمحے انہوں نے مہاجرین سے کوئی حسد یا ناراضگی کا اظہار کیا تھا اس لیے ان کے جذبہ ایثار کو دیکھتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ

نے مال فئے میں سے ان کو بھی حصہ دینے کا حکم دیا۔ اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے انصار صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ ان کی نخلستانوں اور بنو نضیر کی املاک کو ملا کر مہاجرین اور انصار میں تقسیم کیا جائے یا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بنو نضیر کی مال متروکہ کو مہاجرین میں تقسیم کیا جائے۔ اس پر انصار صحابہؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ تمام مال متروکہ مہاجرین میں تقسیم فرمادیں اور ہمارے نخلستانوں میں سے بھی جو ان کو دینا چاہیں آپ ﷺ کو اختیار ہے وہ بھی دے سکتے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے یہ اراضی مہاجرین میں تقسیم فرمادی اور انصار صحابہؓ میں سے ان کو بھی عنایت کیا ان میں سے جو ضرورت مند اور محتاج تھے۔ قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس سے اگلی آیت مبارکہ میں قیامت تک آنے والوں مسلمانوں کے لیے مال فئے میں سے حصہ مقرر کیا ہے۔

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ

ترجمہ: اور (ان کے لیے بھی) جو ان (مہاجرین) کے بعد آئے۔

قرآن کریم کی سورۃ الحشر میں یہاں تک مال فئے کے جملہ مصارف کا ذکر موجود ہے جن میں اللہ، اللہ کے رسول ﷺ، رسول اللہ ﷺ کے اقرباء کا حصہ، یتیم، مساکین، مسافروں، مہاجرین، انصار اور آخر میں قیامت تک آنے والوں کے لیے اس میں احکام موجود ہیں۔ قرآن کریم کا مال فئے کے بارے یہی وہ بنیادی اور کلیدی فیصلہ ہے جس کو بنیاد بنا کر حضرت عمرؓ خلیفہ دوم نے سواد عراق، شام اور مصر کی مفتوحہ اراضی کے بارے میں ایک منظم بندوبست اراضی کا انتظام کیا تھا۔ اگرچہ انہیں آغاز ہی سے بہت سے جید صحابہ کرامؓ کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا تھا لیکن صحابہ کرامؓ کی مجلس شوریٰ، صحابہ کرامؓ کے اجماع اور حضرت عمرؓ کے اجتہاد کے نتیجے میں یہ معاملہ احسن انداز سے اپنے منتقی انجام تک پہنچ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں کے لوگوں پر جزیہ اور ان کی زمینوں پر خراج عائد کر کے سابقہ مالکوں کو ان اراضی پر بحال کیا تا کہ آئندہ آنے والے تمام مسلمانوں کو اس سے استفادہ کرنے کا حق حاصل ہو سکے۔

دین اسلام نے کسی بھی اسلامی ریاست کے لیے "مال فئے" کے احکام کے ضمن میں یہ ضروری قرار دیا ہے کہ اس کا ایک حصہ لازماً معاشرے کے غریب اور نادار طبقہ کی فلاح و بہبود کے لیے صرف کی جائے تا کہ اسلامی معاشرے میں دولت صرف مالدار طبقہ کے درمیان گردش نہ کرتی رہے۔ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے ادوار میں اسلامی ریاست کے غریب اور مفلس طبقہ کی ترقی کے لیے تین اہم ترین ذرائع ہوا کرتے تھے، ایک زکوۃ، دوسری مال فئے اور تیسری مال غنیمت۔ زکوۃ صاحب نصاب مسلمانوں سے وصول کر کے قرآن کریم میں بتائے گئے مصارف ہشتگانہ پر خرچ کی جاتی ہے اسی طرح مال فئے میں جزیہ اور خراج جیسے ذرائع آمدن شامل ہیں جو غیر مسلموں سے اسلامی ریاست کو حاصل ہو جائیں۔ مال غنیمت کے بارے میں احکام قرآن کریم کی سورۃ الانفال میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔

مال غنیمت پر ریاستی اختیارات کا جائزہ قرآن کریم کی روشنی میں

مال غنیمت وہ مال ہوتی ہے جو غیر مسلموں سے جنگ کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہے۔ سورۃ الانفال کی پہلی آیت کریمہ میں اسے "انفال" کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ سورۃ مبارکہ کی پہلی آیت کریمہ میں استفہامیہ انداز سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کے اندر مال غنیمت کے بارے میں غلط فہمیوں کے ازالہ کے لیے حکم دیا ہے کہ یہ مال چونکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے اس لیے اس کی تقسیم کا فیصلہ بھی انہی کے حکم کے مطابق ہوگا کہ مال کو کس طرح تقسیم کیا جائے اور کس کو کتنا دیا جائے؟ یہ اللہ

تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا اختیار ہے اس لیے مال غنیمت کے بارے میں آپ ﷺ کے احکام کی تعمیل کی جائے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ [10]

ترجمہ: (اے محمد ﷺ مجاہد لوگ) تم سے غنیمت کے مال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ کیا حکم ہے) کہہ دو کہ غنیمت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مال ہے۔

قرآن کریم کی اس آیت کریمہ میں غیر مسلموں کے ساتھ جنگ کے بارے میں اخلاقی اصلاح کا ایک پہلو بھی موجود ہے، کہ دین اسلام میں جنگ کا مقصد دنیا میں مال ودولت کو بٹورنا نہیں ہے بلکہ اخلاقی اور تمدنی اصلاح کے راستے میں جب مزاحم قوتیں رکاوٹ بننے کی کوشش کرتے ہیں ان کو ختم کر کے دعوت و تبلیغ کو دینا میں عام کرنا ہے۔ اس طرح مال غنیمت کو "انفال" یعنی لفظ نفل سے تعبیر کر کے مصلحین کے لیے مقصد حیات کو متعین کر دیا کہ دراصل جنگ کا مقصد صرف اعلاء کلمتہ اللہ اور حق کی آواز کو دنیا میں بلند کرنا ہے جو کچھ اموال جنگ کے نتیجے میں حاصل ہو جائیں وہ جنگ کے مقاصد نہیں ہیں تاکہ بنیاد سے ہی جنگ میں مال ودولت اور لوٹ کھسوٹ جیسے اخلاقی انحطاط کا راستہ روکا جائے۔ غزوہ بدر میں حاصل ہونے والی مال غنیمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما کر مسلمانوں میں مال غنیمت کے حصول اور تقسیم کے بارے میں ہر قسمی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا کہ جس نے تمہیں یہ مال بطور انعام عطا کیا ہے وہی اور اس کا رسول ﷺ ہی ان اموال کو صرف کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

اس طرح قرآن کریم نے دین اسلام میں جنگ کے بارے میں ایک قابل ذکر انتظامی اصلاحی پہلو کو بھی اجاگر کیا، ورنہ ماضی میں جو جنگیں ہوا کرتی تھیں ان کا مقصد صرف اور صرف مال ودولت کا لوٹ کھسوٹ کرنا تھا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کہ جنگ سے حاصل ہونے والی مال ودولت یا تو بادشاہ کے ہاتھ لگ جاتا یا پھر اپنے فوج کے سپاہی اس کی چوری چکاری میں لگ جاتے اور بعض اوقات اسی مال ودولت کی لوٹ کھسوٹ میں فوجیں اتنی مگن ہو جاتیں تھی کہ فتح بھی شکست میں تبدیل ہو جاتی تھی۔ لیکن قرآن کریم نے مال غنیمت کے بارے میں یہ قاعدہ اور قانون مقرر فرما دیا کہ جو کچھ مال غنیمت حاصل ہوا سے مکمل طور پر امام کے سامنے لایا جائے اور اللہ کے حکم کے مطابق ہی امام یا خلیفہ اس میں سے خمس غرباء اور محتاجوں کے لیے نکال کر باقی مال مجاہدین میں برابر تقسیم کر دے۔[11]

مال غنیمت کے مصارف کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ الانفال کی آیت 41 میں تفصیل سے احکام بتا دیے ہیں جبکہ اس سے قبل سورۃ مبارکہ کی سب سے پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس مال غنیمت کو اللہ کی طرف سے انعام قرار دے کر یہ حکم دیا تھا کہ اس کی تقسیم کا اختیار صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پاس ہے۔ یہاں آکر ان تمام مصارف کے بارے میں تفصیلی حکم عنایت فرمایا جو دین اسلام میں ایک قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ [12] میں قرآن کریم نے مال غنیمت کی تقسیم کے لیے ایک قاعدہ اور قانوں وضع کیا ہے اس تمہید کے ساتھ کہ یہ مال دراصل اللہ رب العزت کی طرف سے مسلمانوں کے لیے ایک انعام ہے اور اس کی تقسیم کا اختیار اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پاس ہے۔ مال غنیمت کی صورت میں جو کچھ حاصل ہو من وعن امام یا خلیفہ کے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا ہے اور کسی کو ایک سوئی کے برابر چیز چھپانے یا از خود لینے کا اختیار نہیں ہے۔ اس کے ساتھ یہ حکم دیا ہے کہ اس مال میں سے پانچواں حصہ ان کمزور طبقہ کے لیے مختص ہے جو آیت مبارکہ میں بیان ہوئی ہیں اور باقی چار حصے مسلم مجاہدین یا فاتحین میں تقسیم کر دی جائیں۔ آیت مبارکہ میں مال

غنیمت کے خمس میں سے اللہ اور رسول ﷺ کے حصے کی فوقیت کی حکمت یہی ہے کہ جس مقصد کے لیے آپ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے ہیں اس سے بڑھ کر اس مال غنیمت کا مصرف کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اللہ اور رسول ﷺ کے حصے سے مراد اس مال کا ایک مخصوص حصہ اعلاء کلمتہ اللہ اور دین حق کی دعوت و تبلیغ کے کاموں میں خرچ ہو جائے۔ اقرباء سے مراد حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں تو آپ ﷺ کے رشتہ دار مراد ہیں کیونکہ آپ ﷺ اپنی زندگی میں دعوت دین کے علاوہ کوئی اور کام کر ہی نہیں سکتے تھے اس لیے آپ ﷺ کے اہل قرابت کے لیے اس میں حصہ مقرر فرمایا تاکہ ان کی معاش کا انتظام ہو جائے۔ اس کی ایک حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کیونکہ حضور ﷺ کے اقرباء پر زکوۃ صرف نہیں کی جاسکتی اس لیے مال غنیمت اور مال فئے کے مصارف میں سے انہیں بقیہ لوگوں پر فوقیت دی گئی۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے مطابق آپ ﷺ کا اس دنیا سے چلے جانے کے بعد آپ ﷺ کے رشتہ داروں کے حصے کے بارے میں تین قسم کے نظریات پائے جاتے تھے۔ ان میں سے ایک گروہ کی رائے کے مطابق آپ ﷺ کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد یہ حصہ منسوخ ہو گیا۔ جبکہ دوسرے گروہ کا نظریہ ہے کہ یہ حصہ ان لوگوں کے اقرباء کے لیے مختص ہو جائے گا جو آپ ﷺ کے بعد خلافت کے عہدے پر متمکن رہے، اور تیسری گروہ کے مطابق یہ حصہ آپ ﷺ کے خاندان کے فقراء میں تقسیم ہوتا رہا۔ مولانا لکھتے ہیں کہ میری رائے کے مطابق عہد خلافت راشدہ میں اسی تیسری رائے کے مطابق عمل ہوتا رہا۔[13]

حضور ﷺ خود فرمایا کرتے تھے کہ مال غنیمت میں سے میرے لیے صرف خمس میں سے بہت قلیل مقدار میں حصہ ہے اور اس میں سے بھی زیادہ تر حصہ قرآن کریم کے بتائے گئے مصارف کے مطابق خرچ کیا جاتا ہے۔ مال غنیمت میں سے خیانت سے بھی آپ ﷺ نے منع فرمایا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ (ایک بال کے برابر) بھی حلال نہیں سوائے خمس کے، اور خمس بھی تمہیں لوٹا دیا جاتا ہے۔[14]

اس حدیث مبارکہ میں امام المسلمین کے لیے مال خمس کے بارے میں راہنمائی موجود ہے کہ جس طرح آپ ﷺ نے قرآن کریم کے مطابق مال غنیمت کے پانچویں حصے کو صرف کیا ہے اسی کے مطابق مسلمانوں کا خلیفہ بحیثیت سربراہ ریاست مال خمس کو خرچ کر سکتا ہے۔ اگر کوئی خلیفہ یا امام اس مال میں سے اپنے لیے کوئی چیز مخصوص کر دے تو بھی کسی مصلحت کے تحت ہو ورنہ اس مال میں سے آپ ﷺ کی سنت کے مطابق امام کو عمل کرنا چاہیے۔

مفتوحہ جاگیروں پر ریاستی اختیارات ازروئے حدیث اور سنت رسول ﷺ

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں بحثیت سربراہ ریاست "اسلامی معاشی نظام" قائم کیا۔ آپ ﷺ کا قائم کردہ سماجی اور معاشی انصاف پر مبنی معاشی نظام صدیوں بعد آج بھی اسلامی ریاست کے سربراہان کے لیے مثالی نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے انصاف پر مبنی معاشی نظام کے قیام کے لیے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے ارشادات کے مطابق عمل کرتے ہوئے عملی طور پر سماجی اور معاشی عدل کو نافذ کیا اور آج صدیوں بعد بھی اس اسلامی اور فطری نظام معیشت کی مثال دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ اس معاشی نظام کی بنیاد ہی یہی ہے کہ دنیا میں حصول رزق اور وسائل رزق پر سب کا یکساں حق ہے اور قرآن کریم نے واضح کر دیا کہ مال و دولت کا ارتکاز صرف امیر طبقہ کے اندر نہ ہو بلکہ غریب اور مفلس لوگوں کو بھی اس میں سے حصہ ملنا چاہیے۔ اسلام سے قبل سودی استحصالی معاشی نظام نے کمزور طبقہ کا جینا حرام کر کے رکھا ہوا تھا لیکن دین اسلام نے آتے ہی سودی استحصالی نظام کو جڑ سے اکھاڑ دیا اور عدل و انصاف پر مبنی معاشی نظام کو متعارف کروا دیا۔ کسی بھی اسلامی معاشرے میں معاشی نظام کے اصولوں کے قیام کا

ذمہ دار ریاستی ادارے ہوتے ہیں۔ یہی ریاستی ادارے ملک کے ذرائع اور ملک میں موجود وسائل رزق کی تقسیم کے لیے لائحہ عمل بناتے ہیں۔ اب ہم دیکھیں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے بحیثیت سربراہ اسلامی ریاست معاشی ذرائع بالعموم اور جاگیروں کو بالخصوص کس انداز سے تقسیم کیا اور اپنے آنے والے صالح ریاستی سربراہان کے لیے کس انداز سے منصانہ معاشی عدل کو قائم کرنے کی مثالیں قائم کیں ہیں۔ سب سے پہلے مدینہ کی ریاست کو جاگیروں کی مد میں جو اراضی پہلی دفعہ حاصل ہوئی تھی وہ "بنو نضیر" کی جائیداد تھی، قرآن کریم کے حوالے سے گزشتہ فصل میں اس پر بحث کر چکے ہیں لیکن اب ہم دیکھیں گے آپ ﷺ نے ان اراضی کو کس طرح استعمال کیا اور ان کو کہاں کہاں خرچ کیا۔ اسلامی تاریخ میں آپ ﷺ کو تین جگہوں سے جاگیریں ملی تھیں، ان میں سے پہلا واقعہ بنو نضیر سے، پھر خیبر اور فدک سے جاگیریں بطور مال غنیمت یا مال فئے اسلامی ریاست کا حصہ بنیں تھیں۔[15]

فئے اور مال غنیمت کی شکل میں جو مال و دولت عہد رسالت ﷺ میں اسلامی ریاست کا حصہ بنیں ان میں مال منقولہ اور غیر منقولہ دونوں شامل تھیں۔ بزور شمشیر فتح ہونے والی مال (مال غنیمت) میں سے آپ ﷺ قرآن کریم کے حکم کے مطابق خمس نکالنے کے بعد باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ضروریات اور ان کی خدمات کو دیکھتے ہوئے ان میں تقسیم فرمادیتے تھے جبکہ صلح یا کسی دیگر غیر مسلموں سے معاہدے کے نتیجے میں جو غیر منقولہ مال (مال فئے) اسلامی ریاست کے قبضہ میں آجاتیں، آپ ﷺ ان میں سے خمس نہیں نکالتے تھے بلکہ اس میں سے اپنے ذاتی اخراجات، رشتہ داروں کے حقوق کی تکمیل کے علاوہ مساکین، یتیموں اور مسافروں میں بلحاظ ضرورت تقسیم فرمادیتے تھے۔ جہاں تک مال غنیمت کے خمس کا تعلق ہے وہ اسلامی ریاست کے ماتحت ہوتا تھا اس میں سے آپ ﷺ اپنے اہل و عیال اور رشتہ دار جن کی کفالت آپ ﷺ پر لازم تھا ان کی کفالت کے لیے صرف کرتے تھے اس کے علاوہ اس میں بھی مساکین، یتیموں اور مسافروں کی ضروریات کو دیکھ کر ان پر خرچ کی جاتی تھی۔

غیر منقولہ جائیداد میں رسول اللہ ﷺ کا طرز عمل

غیر منقولہ مال میں بنو نضیر کی اراضی، بنو قریظہ کی زمینیں، خیبر سے حاصل ہونے والی اراضی شامل ہے۔ فدک، وادی القریٰ اور عقیق میں بھی اراضی غیر منقولہ مال کی صورت میں اسلامی ریاست کے قبضہ میں آئیں۔ مال منقولہ کے برعکس مال غیر منقولہ میں آپ ﷺ کا طرز عمل ہمیشہ مصلحت اور حکمت کے تحت یکساں نہیں رہا کیونکہ فقہاء کے مطابق قرآن کریم نے غیر منقولہ اموال کی تقسیم میں آپ ﷺ کو وسیع اختیارات دیئے تھے۔

> "غیر منقولہ جائیدادوں میں قرآن کے دیئے ہوئے اختیار کے مطابق آپ ﷺ کا طرز عمل حالات اور مصالح کے پیش نظر مختلف مواقع پر مختلف رہا، کبھی آپ ﷺ نے کسی جائیداد کو مستحقین میں تقسیم کردیا اور کبھی مفاد عامہ کے خاطر اسے حکومت کی ملک قرار دیا اور کبھی کسی جائیداد کے بعض حصے کو تقسیم کیا اور بعض کو اپنے اور اپنے اہل و عیال کی کفالت کے لیے مخصوص فرمالیا اور کسی جائیداد کو مہمانوں، مسافروں اور وفود کے اخراجات کے لیے خاص فرمادیا، غرض ضرورت و مصلحت کے مطابق آپ ﷺ اس میں تصرف فرماتے تھے اس لیے کہ قرآن کی ہدایت میں وہی وسعت موجود تھی۔"[16]

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سے صالح امام المسلمین کے لیے ایک مثالی نمونہ موجود ہے اس لیے اسے بھی حالات

وواقعات کے پیش نظر مصلحت اور حکمت کے تحت مال منقولہ میں مفاد عامہ کی خاطر تصرف کرنے کا اختیار ہے بشر طیکہ اس میں کسی قسم کی بدنیتی اور بد دیانتی شامل نہ ہو۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ ریاستوں کے حالات اور ان کے معاشی صورت حال مین نشیب وفراز آنا ایک قدرتی امر ہے، اس لیے قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ میں صالح اور نیک خلیفہ کے لیے غیر منقولہ اموال میں مصلحت اور ضرورت کے تحت صرف کرنے کا اختیار موجود ہے۔

خلاصہ بحث

قرآن کریم میں اسلامی ریاست کے مالی اختیارات کے بارے میں سورۃ الحشر کی آیات کریمہ چھ سے لے کر دس تک مال فئے میں سے حاصل ہونے والے جاگیروں کے بارے ایک عالمگیر راہ متعین کرتی ہے۔ ان آیات کریمہ سے استفادہ کرکے کوئی بھی صالح اور نیک امام اپنے رعایا کی فلاح وبہبود کے لیے مال فئے کی صورت میں حاصل ہونے والی ذرائع آمدن کو شرعی اور اسلامی احکامات کے مطابق صرف کرنے کا پابند ہے۔ ان آیات کریمہ میں اگرچہ واقعہ بنو نضیر کے بارے میں آپ ﷺ کے لیے مال فئے کے مصارف کے بارے میں احکامات موجود ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہر معاملے میں آپ ﷺ کی طرز عمل کو اپنانے میں ہی کامیابی اور کامرانی ہے، بجائے اس کے کہ آپ ﷺ کے بتائے گئے ہدایات سے روگردانی کرکے کوئی بھی حکمران اللہ تعالی کے سخت عذاب کا شکار نہ ہو جائے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] ۔ الحشر 7:59

[2] ۔ ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ، الناشر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفى البابی، مصر 1955م) 25/2

[3] ۔ الحشر 6:59

[4] ۔ ابو عُبید القاسم بن سلّام، کتاب الأموال، ص: 74، رقم الحدیث: 150

[5] ۔ الحشر 7:59

[6] ۔ الحشر 7:59

[7] ۔ مسلم بن الحجاج ابو الحسن القشیری النیسابوری (المتوفى: 261ھ)، صحیح مسلم، الناشر: دار إحیاء التراث العربی – بیروت، رقم الحدیث: 1337:412

[8] ۔ الحشر 8:59

[9] ۔ صحیح البخاری، بابُ إِذَا قَالَ: اكْفِنِي مَئُونَةَ النَّخْلِ وَغَيْرِهِ، وَتُشْرِكُنِي فِي الثَّمَرِ، رقم الحدیث: 2325

[10] ۔الانفال8:1

[11] ۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن (ادارہ ترجمان القرآن،لاہور، 2017)ج:، ص:129

[12] ۔الانفال8:41

[13] ۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن،ج:6ص:146

[14] ۔سنن ابی داود، کتاب الجهاد، رقم الحدیث:2755

[15] ۔البَلَاذُری، اِحمد بن یحییٰ، فتوح البلدان، دار ومكتبة الهلال- بیروت،عام النشر:1988م، ص:29

[16] ۔ قاسمی، مجاہد الاسلام، جدید فقہی مباحث، ج:8، ص:345،346